بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

دہلی

محدث

نگرانِ اصول
مولانا عبید اللہ صاحب رحمانی
شیخ الحدیث

مدیر مسئول
نذیر احمد املوی
رحمانی

نمبر ۴	بابت ماہ رجب المرجب ۱۳۶۱ھ مطابق ماہ اگست ۱۹۴۲ء	جلد ۱۰

ماہِ رجب و شعبان کی غیر شرعی رسمیں

مسلمان اپنی جہالت اور نادانی کی وجہ سے آج بہت سی بے بنیاد رسموں، فضول اور بے اصل رواجوں، بے دلیل اور بے ثبوت بدعتوں میں مبتلا ہیں۔ ہر سال ایک نیا ہنگامہ، ہر مہینہ ایک نیا تہوار، اور ہر دن ایک نئی عید ہے ـــــ محرم میں "تعزیوں" کی دھوم دھام ہے تو صفر میں "آخری بدھ" کی چہل پہل۔ ربیع الاول میں "عید میلاد النبی" کا غلغلہ بلند ہے۔ تو ربیع الثانی میں "گیارہویں شریف" کا شور۔ کبھی امام جعفرؒ کا "کونڈہ" ہے، تو کبھی بی بی فاطمہؓ کی "صحنک" ـــ کبھی بڑے پیر کی "فاتحہ" ہے، تو کبھی شاہ نظام الدینؒ کا "قل" ـــ کبھی سالار غازی کی "لہر بہر" ہے تو کبھی خواجہ اجمیری کا عرس۔

آج کل رجب کا مہینہ ہے، اس لئے کہیں "مریم روزہ" کا تذکرہ ہے، تو کہیں "لکھی" اور "ہزاری" کا۔ کہیں "رجبی شریف" کی تیاری ہے، تو کہیں "میلاد شریف" کی ـــ اس کے بعد شعبان کا مہینہ شروع ہوگا۔ تو اس کی پندرہویں تاریخ کو ایک خاص طریقے پر "شب براۃ" منائی جائیگی ـــ الغرض بدعات و محدثات کا ایک سلسلہ ہے جس میں مسلمان اس سرے سے اُس سرے تک جکڑے ہوئے ہیں۔ معاملہ کی اہمیت کا تقاضا تو یہی ہے کہ میں ان میں سے ایک ایک بدعت پر تفصیل کے ساتھ روشنی ڈالوں، اور حقیقت حال واضح کرکے بتاؤں کہ اسلام کی راہ کدھر ہے اور مسلمان کدھر جارہے ہیں۔ لیکن مجھے افسوس ہے کہ فی الحال اس کی گنجائش نہیں ہے۔ اس لئے موقع کے

لحاظ سے صرف ماہِ رجب اور ماہِ شعبان کی چند بدعتوں کا حال آج سناتا ہوں۔ اس سے پہلے میلاد کی مروجہ شکل اور "آخری بدھ" جیسی لغو رسم کے متعلق "محدث" بابت ماہ صفر ۱۳۶۱ھ مطابق مارچ ۱۹۴۲ء میں نہایت وضاحت کے ساتھ عرض کر چکا ہوں کہ ان کی شرعی حیثیت کیا ہے۔

ماہِ رجب کی بدعات اس مہینے میں نئی نئی نمازوں اور نئے نئے روزوں کا رواج ہے۔

(۱) چنانچہ اس مہینے کے پہلے جمعہ کو ایک خاص نماز ادا کی جاتی ہے جس کا نام "صلوٰۃ الرغائب" ہے۔ امام ابن رجب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں هذه الصلوة بدعة عند جمهور العلماء یعنی جمہور علماء کے نزدیک یہ نماز **بدعت** ہے۔ حضرت امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ نے تو بڑے زوردار الفاظ میں اس کی تردید فرمائی ہے۔ لکھتے ہیں۔ هذه الصلوة لم يصلها النبي صلى الله عليه وسلم ولا احد من الصحابة ولا التابعين ولا ائمة المسلمين ولا رغب فيها النبي صلى الله عليه وسلم ولا احد من السلف (و) لا الائمة ولا ذكروا لهذه الليلة فضيلة تخصها ..... والحديث المروى فى ذلك عن النبى صلى الله عليه وسلم كذب موضوع باتفاق اهل المعرفة بذلك ..... ولهذا قال المحققون انها مكروهة غير مستحبة۔ (فتاوی ص۱۴۹ ج۱) یعنی یہ نماز نہ تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی پڑھی۔ اور نہ کسی صحابیؓ نے۔ اور نہ کسی تابعیؒ نے۔ اور نہ کسی امام نے۔ اور نہ کبھی نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے پڑھنے کی رغبت دلائی۔ اور نہ سلف میں سے کسی امام اور بزرگ نے جو روایت اس کے متعلق بیان کی جاتی ہے، وہ بالکل جھوٹی، موضوع اور گھڑی ہوئی ہے۔ اس لئے محققین علماء کا فیصلہ ہے کہ یہ نماز ناجائز اور مکروہ ہے۔"

(۲) اس مہینے کی پندرہویں تاریخ کو روزہ رکھا جاتا ہے جس کا نام "مریم روزہ" ہے۔ اس کے متعلق ہندوستان کے مشہور حنفی عالم مولانا عبدالحق دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ "ہم نے حدیث کی کسی معتبر کتاب میں اس کا نام و نشان بھی نہیں پایا، یہ محض بدعتیوں کا وہم ہے۔ کسی صحیح حدیث سے ثابت نہیں ہے۔" (ماثبت بالسنہ)

(۳) رجب کی ۲۷ ویں تاریخ کی شب میں "رجبی شریف" منائی جاتی ہے۔ اور دن میں روزہ رکھا جاتا ہے جس کو "ہزاری روزہ" کہتے ہیں۔ اس کے متعلق ہندوستان کے ممتاز حنفی عالم مولانا عبدالحیؒ صاحب لکھنوی اپنی کتاب الآثار المرفوعہ میں لکھتے ہیں۔ وما اشتهر فى بلاد الهند وغيره ان صوم صباح تلك الليلة يعدل الف صيام فلا اصل له یعنی ہندوستان یا دوسری جگہوں میں جو یہ مشہور ہے کہ رجب کی ۲۷ ویں تاریخ کو روزہ رکھنا، ایک ہزار روزوں کے برابر ہے تو اس کی کوئی اصل نہیں۔ یہ بالکل بے دلیل اور بے ثبوت بات ہے۔"

دیکھا آپ نے؟ یہ ہے ماہِ رجب کی ان "عبادتوں" کے متعلق علماء اسلام کا فیصلہ ــــ کہ خود حنفی عالموں نے بھی ان کو بدعت اور ناجائز بتایا ہے ــــ اب اگر کوئی پیر یا فقیر، کسی قبر کا مجاور یا کسی خانقاہ کا سجادہ نشین آپ کو انیس الواعظین یا غنیۃ الطالبین وغیرہ جیسی کتابوں سے کوئی الٹی سیدھی حدیث دکھا کر اپنا الو سیدھا کرنا چاہے۔ تو

آپ اس سے کہئے کہ کسی حدیث کی معتبر کتاب میں دکھاؤ۔ ان کتابوں میں جو حدیثیں نقل کی گئی ہیں ان میں بہت سی موضوع اور جھوٹی ہیں۔ اس لئے ان پر اعتماد نہیں کیا جا سکتا۔ وہ قیامت تک بھی کسی حدیث کی معتبر کتاب سے تو کیا، فقہ سے بھی ثابت نہیں کر سکتا۔ لہذا ناراض ہو کر آپ کو "وہابی" کہے گا اور گالیاں دینا شروع کر دے گا فَاِلَی اللّٰہِ الْمُشْتکٰی وھو یھدی من یشاء الی صراط مستقیم۔

ہاں یہ صحیح ہے کہ مورخین اور ارباب سیر کے مشہور قول کے مطابق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جس رات میں معراج نصیب ہوئی، وہ رجب کی ۲۷ ویں تاریخ تھی۔ گو اس پر اطمینان نہیں، اسلئے کہ مہینے اور تاریخ کی تعیین کے بارے میں کوئی صحیح روایت ثابت نہیں۔ تاہم اتنا یقینی ہے کہ وہ وقت رات کا تھا۔ اور وہ مقام جہاں آپ کو یہ عزت بخشی گئی مکہ معظمہ ہے۔ ہمارا ایمان ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے آخری پیغمبر حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کے جسم و روح کے ساتھ، بیداری کی حالت میں آسمانوں کی سیر کرائی۔ یہانتک کہ آپ نے اس سفر میں جنت اور دوزخ کا بھی مشاہدہ فرمایا۔ بارگاہ قدس میں قَابَ قَوْسَیْنِ اَوْ اَدْنٰی (دو کمانوں کے برابر یا اس سے بھی کم) کا شرف حاصل ہوا۔ رب ذوالجلال نے خود بغیر کسی واسطے کے اپنے حبیب فداہ ابی وامی سے باتیں کیں۔

لیکن اس کے ساتھ ہی اس حقیقت کو بھی سامنے رکھئے، کہ معراج کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تقریباً دو سال تک مکہ معظمہ میں اور دس سال تک مدینہ منورہ میں زندہ رہے مگر کسی ایک سال بھی آپ نے "رجبی شریف" نہیں منائی۔ نہ آپ کے بعد آپ کے چاروں خلفاء میں سے کسی خلیفہ نے یہ طریقہ اختیار کیا، نہ کسی دوسرے صحابی نے، نہ تابعی نے اور نہ کسی تبع تابعی نے۔ یہانتک کہ خود حضرت امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اپنی ساری زندگی میں کسی ایک سال بھی یہ رسم ادا نہیں کی۔ نہ ۲۷ ویں رجب کی رات کو کبھی چراغاں کیا۔ نہ جلسہ کرایا، نہ قوالی سنی، نہ مولود پڑھوایا۔ پھر سمجھ میں نہیں آتا کہ یہ ہمارے بھولے بھالے حنفی بھائی، پیٹ پالنے والے پیروں فقیروں کے پھندوں میں پھنس کر اپنی عاقبت کیوں خراب کر رہے ہیں۔

مسلم بھائیو! اگر تمہیں سچ مچ جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت ہے اور تم آپؐ کی معراج کی کوئی یادگار قائم رکھنا چاہتے ہو تو آؤ میں تمہیں بتاؤں کہ اس کے لئے ہمیں کسی نئی بات کے گھڑنے اور کسی بدعت کو رواج دینے کی ہرگز ضرورت نہیں۔ اس کی زندہ جاوید یادگار تو خود خدا نے اسی دن سے قائم کر دی ہے جس دن کہ یہ واقعہ پیش آیا۔ بشرطیکہ ہم اس کی طرف متوجہ ہوں۔

تمہیں معلوم ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم معراج میں تشریف لے گئے تو اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب کی کس طرح تواضع کی؟ اور آپ وہاں سے واپس آتے ہوئے اپنی امت کے لئے اپنے ساتھ کیا تحفہ لائے؟ سن لو! کہ وہ دن اور رات میں پانچ وقت کی نمازوں کا تحفہ ہے۔ یہی وہ یادگار ہے جو قیامت تک جناب رسالت پناہ کی معراج

کی یاد تازہ کرتی رہیگی۔ یہی وہ تذکار ہے جس کی طرف اللہ کا منادی تمہیں دن رات میں پانچ دفعہ پکار پکار کر دعوت دیتا ہے، لیکن بتاؤ کہ تم میں سے کتنے مسلمان ہیں جو اس کی پکار پر لبیک کہتے ہوں اور معراج کی اس حقیقی یادگار میں شریک ہوتے ہوں؟ تم "رجبی شریف" کے جلسوں میں تو رات رات بھر جاگ سکتے ہو لیکن نماز کے لئے مسجدوں میں پندرہ منٹ کا ٹھہرنا بھی تم پر دشوار ہوتا ہے۔ تم قوال کی لے اور گوتے کی تان پر تو جھوم سکتے ہو، لیکن دل پر ہاتھ رکھکر بتاؤ کہ کبھی قرآن کی آواز نے بھی تمہارے دلوں میں کوئی گرمی پیدا کی؟ پھر یہ کیسا اندھیر ہے کہ حق و صداقت کی صاف اور سیدھی شاہراہ کو چھوڑ کر تم نے اوہام و خیالات ہی کو دین سمجھ لیا، اور اس کے پیچھے اپنی دولت اور عاقبت دونوں تباہ کر رہے ہو۔

ماہِ شعبان کی شرعی حیثیت

اس میں شک نہیں کہ شعبان کا مہینہ فضیلت اور برکت کا مہینہ ہے۔ اس مہینے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کثرت سے روزے رکھا کرتے تھے۔ گویا قریب قریب پورا مہینہ ہی روزوں میں گذار دیتے تھے۔ حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ نے حضور سے پوچھا کہ اے اللہ کے رسول! جس کثرت سے آپ شعبان میں روزے رکھتے ہیں، میں نے کسی دوسرے مہینے میں (سوائے رمضان کے) اتنے روزے رکھتے ہوئے آپ کو نہیں دیکھا۔ تو حضور نے فرمایا کہ یہ فضیلت اور برکت کا مہینہ ہے، لیکن لوگ اس سے غفلت کرتے ہیں۔ اس مہینے میں رب العالمین کے سامنے لوگوں کے اعمال پیش کئے جاتے ہیں اس لئے میری خواہش یہ ہے کہ جب میرا عمل پیش ہو تو میں روزے کی حالت میں ہوں۔ (ابوداؤد، نسائی) حضرت انس رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ شعبان کے مہینے میں روزہ رکھنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بہت محبوب تھا (مسند احمد) ام المومنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو شعبان اور رمضان کے علاوہ دو مہینے کے مسلسل روزے رکھتے ہوئے میں نے کبھی نہیں دیکھا (ترمذی) اس کی تائید حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی ایک روایت سے بھی ہوتی ہے۔ (ترمذی)

ان مذکورہ بالا احادیث سے ماہِ شعبان کی فضیلت و عظمت پر کافی روشنی پڑتی ہے۔ لیکن ساتھ ہی اس فضیلت اور برکت سے فائدہ اٹھانے کا طریقہ بھی خود حدیثوں میں بیان کر دیا گیا ہے۔ اور وہ طریقہ یہی ہے کہ اس مہینے میں کثرت سے روزے رکھے جائیں۔ اس کے علاوہ اور کوئی خاص عمل اور کوئی خاص طریقہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت نہیں

شب براۃ کی فضیلت

عرفِ عام میں شعبان کی پندرہویں رات کو "شب براۃ" کہتے ہیں۔

ان عام احادیث کے علاوہ جن سے پورے مہینے کی فضیلت معلوم ہوتی ہے کچھ حدیثیں ایسی بھی ہیں جن فضیلت بھی ثابت ہوتی ہے۔ گو بقاعدۂ محدثین ان میں سے کوئی حدیث بھی جرح سے خالی نہیں ہے۔ تاہم مجموعی طور پر وہ قابل احتجاج ہو جاتی ہیں، اس لئے یہ رات بالکل غفلت کے ساتھ نہیں گذارنی چاہئے۔ بلکہ ذکرِ الٰہی میں مشغول ہو کر الحاح و زاری کے ساتھ اپنے گناہوں سے توبہ کرے، رب سے مغفرت چاہے اور آئندہ نیکی

سعادتمندی کے ساتھ زندگی گذارنے کی خدا سے توفیق طلب کرے۔ اس کے علاوہ جو اپنی حلال اور جائز حاجتیں ہوں ان کو اپنے مالک کے سامنے پیش کرے۔ اور ان کی مقبولیت کی دعا کرے۔ بس یہ ہے ماہ شعبان اور اس کی پندرہویں شب کو گذارنے کا صحیح، مسنون اور شرعی طریقہ۔ اس کے علاوہ جو کام بھی ہیں یا تو ان کی بنیاد ضعیف اور موضوع حدیثوں پر ہے یا محض باپ دادا کی ایک رسم ہے جو مدتوں سے چلی آرہی ہے شرعاً ان کا کوئی ماخذ اور ثبوت نہیں۔

شبِ براءۃ کی بدعتیں

جن مہینوں یا جن دنوں کے متعلق شریعت میں کوئی خاص فضیلت اور کوئی خاص طریقہ و عمل ثابت نہیں ہے، جب یار لوگوں نے ان کے متعلق بھی کچھ نہ کچھ گھڑ کر بنا ہی لیا۔ تو بھلا جن دنوں کی فضیلت پر کوئی شرعی دلیل بھی موجود ہو، وہاں یہ کب چوکنے والے تھے۔ چنانچہ اس رات میں نمازیں پڑھنے اور دن میں روزہ رکھنے کی فضیلت اور ثواب میں عجیب عجیب قسم کی دلچسپ حدیثیں گھڑی گئیں مثلاً کہا گیا کہ

(۱) جو شخص اس رات میں سو رکعتیں پڑھیگا اس کے پاس اللہ تعالیٰ سو فرشتے بھیجے گا، جن میں سے تیس تو اس کو جنت کی خوشخبری سنائیں گے اور تیس اس کو دوزخ کے عذاب سے بچائیں گے، اور تیس اس سے دنیا کی بلاؤں اور آفتوں کو دور کرینگے اور دس اس کو شیطان کے مکر و فریب سے محفوظ رکھیں گے۔" یہ حدیث زمخشری نے اپنی تفسیر میں بیان کی ہے جس کی نہ کوئی سند ذکر کی ہے اور نہ کسی حدیث کی کتاب کا حوالہ دیا ہے۔ خود زمخشری کی پیدائش رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چار سو سال کے بعد کی ہے۔ بھلا بتلائیے کہ اس نے یہ حدیث حضور سے کیسے سنی؟ یقیناً یہ حدیث بنائی ہوئی اور جھوٹی ہے۔

(۲) خاص پندرہویں شعبان کے دن روزے کے متعلق ایک حدیث گھڑی گئی کہ جو شخص اس دن روزہ رکھے گا، اس کا یہ ایک روزہ ساٹھ سال گذشتہ اور ساٹھ سال آئندہ یعنی کل ایکسو بیس سال کے روزوں کے برابر ہوگا" رواہ ابن الجوزی فی الموضوعات وقال موضوع واسنادہ مظلم (تحفۃ الاحوذی ج ۲ ص ۵۳)

(۳) ایک اور حدیث ہے جو حضرت علیؓ سے مروی ہے جس کا ایک ٹکڑا یہ ہے اذا کانت لیلۃ النصف من شعبان فقوموا لیلھا وصوموا نھارھا یعنی شعبان کی پندرہویں تاریخ کی رات میں نمازیں پڑھو اور دن میں روزہ رکھو۔" اس حدیث کے بیان کرنے والوں میں ایک شخص ہے جس کے متعلق کہا گیا ہے کہ وہ اپنی طرف سے حدیثیں گھڑ لیا کرتا تھا۔ لہٰذا یہ حدیث بھی جھوٹی اور موضوع ہے۔ (〃)

اس قسم کی چند اور حدیثیں ہیں جو ضعیف اور ناقابل اعتبار ہیں۔ نصف شعبان کے مخصوص روزے کے متعلق خاتم المحدثین حضرت الامام مبارکپوری برّد اللہ مضجعہ جامع ترمذی کی شرح میں فرماتے ہیں لم اجد فی صوم یوم لیلۃ النصف من شعبان حدیثا مرفوعا صحیحا (ج ۲ ص ۵۳) یعنی نصف شعبان کے دن روزہ

رکھنے کے متعلق مجھکو کوئی مرفوع صحیح حدیث نہیں ملی۔

(۴) شب برأت کے متعلق یہ بھی مشہور ہے کہ اس رات میں مردوں کی روحیں اپنے اپنے گھروں میں آتی ہیں اس لئے گھروں کی خاص طور پر صفائی کی جاتی ہے، فقیر فقرار کو کھانا تقسیم کیا جاتا ہے۔ قسم قسم کے حلوے پکا کر نیاز فاتحہ کی جاتی ہے۔ رات میں معمول سے زیادہ کثرت سے چراغ جلائے جاتے ہیں۔ گھروں میں لوبان سلگائی جاتی ہے اگر بتیاں جلائی جاتی ہیں۔ وغیرہ وغیرہ۔ بہت سی رسمیں ادا کی جاتی ہیں ـــــ لیکن چونکہ مُردوں کی روحوں کا گھروں میں آنے کا عقیدہ ہی سرے سے باطل اور قطعاً غلط ہے۔ اس لئے یہ تمام رسمیں بھی سراسر باطل، معصیت، بدعت اور گمراہی ہیں۔

بعض جاہلوں نے سورۂ قدر کی آیت تَنَزَّلُ الْمَلٰٓئِكَةُ وَالرُّوْحُ فِيْهَا بِاِذْنِ رَبِّهِمْ (اس رات میں اپنے رب کے حکم سے فرشتے اور روح اترتے ہیں) سے اس بات پر استدلال کیا ہے کہ شب برات میں لوگوں کی روحیں آتی ہیں ـــ حالانکہ اس آیت میں نہ شب برات کا ذکر ہے اور روحوں کے آنے کا بیان۔ پارہ عم میں یہ سورہ نکالکر پڑھو تو تمہیں معلوم ہوگا کہ اس سورہ میں "شب قدر" کا ذکر ہے، نہ کہ "شب برات" کا ـــ اور شب قدر رمضان میں ہوتی ہے، شعبان میں نہیں۔ اس لئے کہ اس سورہ کی سب سے پہلی آیت ہے۔ اِنَّآ اَنْزَلْنٰهُ فِيْ لَيْلَةِ الْقَدْرِ (یعنی ہم نے قرآن کو "شب قدر" میں نازل (کرنا شروع کیا۔ اور سورۂ بقرہ میں فرمایا شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِيْٓ اُنْزِلَ فِيْهِ الْقُرْاٰنُ رمضان کا مہینہ وہ بابرکت مہینہ ہے جس میں ہم نے قرآن نازل (کرنا شروع) کیا۔ ان دونوں آیتوں پر غور کرو تو صاف معلوم ہوگا کہ قرآن مجید کے نزول کی ابتدا جس مہینے میں ہوئی وہ رمضان کا مہینہ ہے اور جس رات میں ہوئی وہ "شب قدر" ہے۔ ثابت ہوا کہ "شب قدر" رمضان میں ہوتی ہے۔ پس اس آیت کو شب برات کے متعلق پیش کرنا افسوسناک جہالت ہے۔

دوسری بات یہ ہے کہ اس آیت میں "روح" سے مراد، مُردوں کی روحیں نہیں ہیں۔ بلکہ اس سے مراد حضرت جبریل علیہ السلام ہیں "روح" "روح القدس" "روح الامین" یہ سب حضرت جبریل علیہ السلام کے لقب ہیں۔ چنانچہ قرآن پاک میں یہ لفظ کئی جگہ اسی معنی میں مستعمل ہوا ہے۔ ارشاد ہے يَوْمَ يَقُوْمُ الرُّوْحُ وَالْمَلٰٓئِكَةُ صَفًّا الآیہ (پ ۳۰ س نبا ع ۲) تَعْرُجُ الْمَلٰٓئِكَةُ وَالرُّوْحُ اِلَيْهِ الآیہ (پ ۲۹ س معارج ع ۱) اِذْ اَيَّدْتُّكَ بِرُوْحِ الْقُدُسِ۔ (پ ۷ س مائدہ ع ۱۵) قُلْ نَزَّلَهٗ رُوْحُ الْقُدُسِ مِنْ رَّبِّكَ بِالْحَقِّ الآیہ (پ ۱۴ س نحل ع ۱۴) نَزَلَ بِهِ الرُّوْحُ الْاَمِيْنُ (پ ۱۹ س شعراء ع ۱۱)

جس طرح ان تمام آیتوں میں "روح" سے مراد حضرت جبریل علیہ السلام ہیں۔ اسی طرح سورہ قدر والی مذکورہ بالا آیت میں بھی "روح" سے مراد حضرت جبریل ہی ہیں۔ چنانچہ حدیث میں صاف آیا ہے کہ "جب شب قدر ہوتی ہے

توحضرت جبریل علیہ السلام فرشتوں کی ایک جماعت کے ساتھ اترتے ہیں اور ہر اُس شخص کے لئے دعائے رحمت کرتے ہیں جو کھڑا ہوا یا بیٹھا ہوا اللہ عزوجل کی یاد میں مصروف ہوتا ہے۔ حدیث کے الفاظ یہ ہیں اذا کان لیلۃ القدر نزل جبریل علیہ السلام فی کبکبۃ من الملائکۃ یصلون علی کل عبد قائم او قاعد یذکر اللہ عزّ وجلّ الحدیث (رواہ البیھقی فی شعب الایمان مشکوٰۃ ج ۱ ص۱۸۲) بس صاف طور پر واضح ہوگیا کہ اس آیت میں نہ تو شب برات کا ذکر ہے اور نہ لوگوں کی روحوں کے دنیا میں آنے کا۔ یہ محض حلوا کھانے اور صدقہ خیرات سے اپنا پیٹ پالنے کی ترکیبیں ہیں فالعیاذ باللہ

شب برات میں کثرت سے چراغ جلانے کی تردید کرتے ہوئے مولانا عبدالحق صاحب حنفی لکھتے ہیں ومن البدع الشنیعۃ ما تعارف الناس فی اکثر بلاد الھند من ایقاد السرج ووضعھا علی البیوت والجدران (ما ثبت بالسنۃ) یعنی ہندوستان کے اکثر حصوں میں یہ نہایت بدترین بدعت رائج ہوگئی ہے کہ لوگ اس رات میں کثرت سے چراغ جلاتے ہیں اور ان کو گھر کی دیواروں اور مختلف گوشوں میں اِدھر اُدھر رکھتے ہیں۔ بلکہ یہاں تک فرماتے ہیں کہ اتخاذًا من رسوم الھنود فی ایقاد السرج للدوالی یعنی یہ رسم ہندؤں سے لی گئی ہے کہ جس طرح ان کے ہاں دوالی میں چراغاں ہوتا ہے، اسی طرح مسلمانوں کے یہاں شبرات میں۔

(۵) اس رات میں خصوصیت کے ساتھ آتشبازی کی بھی دھوم دھام ہوتی ہے۔ یہ کیسی افسوسناک گمراہی اور رنجیدہ ضلالت ہے کہ ایک طرف تو اس رات کو افضل رات مانتے ہیں اور دوسری طرف یہ شیطانی حرکت کرتے ہیں خود بھی کھیلتے ہیں اور اپنے بچوں کو کھیلنے کے لئے پیسے بھی دیتے ہیں اور جو خود نہیں کھیلتے وہ کم ازکم بچوں کو تو خرید کرلا ہی دیتے ہیں۔ اور کہتے ہیں کہ کیا کریں بچے نہیں مانتے۔ لیکن میں پوچھتا ہوں کہ اگر آپ کا بچہ آگ میں ہاتھ ڈالنے کیلئے ضد کرے تو آپ اس کا ہاتھ آگ میں کیوں نہیں ڈال دیتے۔ اگر وہ کنوئیں میں گرنا چاہے تو آپ اس کو اس میں کیوں نہیں ڈھکیل دیتے۔ اگر کہیں اس کے آس پاس سانپ اور بچھو نظر آجائے اور وہ اس کے پکڑنے کے لئے لپکے تو آپ جھٹکر اس کا ہاتھ کیوں تھام لیتے ہیں۔ بچہ بیمار ہے، تکلیف سے بےچین ہے، لیکن کڑوی دوا استعمال نہیں کرنا چاہتا۔ دوا کو اپنے قریب دیکھکر بھی رونے لگتا ہے مگر آپ اس کے رونے کی کوئی پرواہ نہیں کرتے۔ الغرض دن رات میں سینکڑوں ایسے مواقع آتے ہیں جہاں آپ بچوں کی خواہش پوری نہیں کرتے، اور ان کی بچپن کی بیجا ضد پر ان کو ڈانٹ ڈپٹ کر چپ کردیتے ہیں ـــ تو پھر اس شیطانی کام میں ان کی ضد کی پروا کیوں کرتے ہیں۔ وہ جہنم کی آگ میں جانے کا ڈھنگ سیکھ رہا ہے اور ساتھ ہی آپ کو بھی گھسیٹنا چاہتا ہے تو آپ اس کام میں اس کا ساتھ کیوں دیتے ہیں۔ قرآن میں صاف ارشاد ہے۔ وَلَا تَعَاوَنُوا عَلَی الْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ۔ وَاتَّقُوا اللہَ اِنَّ اللہَ شَدِیْدُ الْعِقَابِ (پ ۶ ع ۵)

(باقی مضمون ص۱۲ پر ملاحظہ ہو)